بہارِ تحریر

PART 7

Highlights

چار نکاح
ہم دو ہمارے دو
رشتہ جوڑ دیں یا توڑ دیں ؟
چھوٹا پریوار ؟
عشق مجازی پر کچھ۔۔۔

عبد مصطفی
ABDE MUSTAFA
عبد مصطفی آفیشل

ہمارے بارے میں

عبد مصطفی آفیشل ایک اسلامی تنظیم ہے جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر کام کر رہی ہے۔ اس تنظیم کا مقصد قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا ہے اور خدمت خلق بھی اسی مقصد کے تحت ہے۔

سَنَہ 2014 عیسوی میں ہندستان کے شہر ہزاری باغ سے چند لوگوں نے مل کر اس سفر کا آغاز کیا پھر آگے چل کر کئی لوگ اس میں شامل ہوتے گئے اور بہت ہی قلیل مدت میں عبد مصطفی آفیشل ایک تنظیم بن کر سامنے آئی۔

آغاز اس طرح ہوا کہ لوگوں میں علم کی کمی اور اعمال سے دوری کو دیکھتے ہوئے ہفتہ وار اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں ہر ہفتے الگ الگ گھروں میں محفلیں سجائی جاتیں پھر علمی اور اصلاحی بیانات دیے جاتے اور اس کے لیے علماے اہل سنت کو مدعو کیا جاتا تھا۔

کئی مہینوں بلکہ ایک سال سے زائد یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ یادگار ایام کی مناسبت سے جلسے کروانا، میلاد النبی کے جلوس کا اہتمام کرنا اور خلق کی خدمت بھی جاری رہی۔

اس کے بعد ہم نے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تیزی سے پھیل رہی برائیوں کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ اس میدان میں بھی اترنے کی سخت ضرورت ہے اور پھر اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہم نے اس طرف رخ کیا۔

مختلف سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس اور ایپلی کیشنز پر جب کام شروع کیا گیا تو بہت ہی کم وقت میں بڑھتی مقبولیت کو دیکھ کر اس کا یقین ہو گیا کہ اس میدان میں کام کرنا کتنا ضروری ہے۔

اس کے لیے ہم نے فیس بک، واٹس ایپ، بلاگر اور بعد میں ٹیلی گرام، انسٹا گرام، یوٹیوب اور ویب سائٹ کو ذریعہ بنا کر لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔

تنظیم سے منسلک ہر شخص کی پر خلوص کاوشوں نے بہت جلد اپنا رنگ دکھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نام "عبد مصطفی آفیشل" ہزاروں لوگوں نے جان لیا۔

عبد مصطفی
AM ABDE MUSTAFA

ہمارے بارے میں

اس تنظیم کی جانب سے :

علمی، تحقیقی اور اصلاحی تحریروں کو عام کیا جاتا ہے تا کہ لوگوں کے عقائد و نظریات اور اعمال کی اصلاح ہو سکے،

تحقیقی موضوعات پر رسالے ترتیب دیے جاتے ہیں،

کتب و رسائل کو ٹیلی گرام کے ذریعے عام کیا جاتا ہے،

تحریرات اور رسائل کو چند مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے عام کیا جاتا ہے تا کہ زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچایا جا سکے،

واٹس ایپ پر سیکڑوں گروپوں میں لوگوں کو جوڑ کر مختلف موضوعات پر تحریریں وغیرہ بھیجی جاتی ہیں،

یوٹیوب پر وڈیوز ریکارڈ کر کے اپلوڈ کی جاتی ہیں،

انسٹا گرام پر تصویریں اپلوڈ کی جاتی ہیں جو آیات، احادیث اور اقوال پر مشتمل ہوتی ہیں،

ویب سائٹ پر علمی مواد کو جمع کیا جاتا ہے تا کہ آسانی سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں،

ان کے علاوہ سنیوں کے آپس میں نکاح کے لیے ایک سروس بنام "ای نکاح سروس" شروع کی گئی ہے جہاں پورے ہندستان سے نکاح کے لیے سنی لڑکے اور لڑکیوں کی پروفائلز بنائی جاتی ہیں تا کہ لوگ آسانی سے رشتہ تلاش کر سکیں۔ اب تک اہل سنت کے لیے کوئی خاص ایسی سروس موجود نہیں تھی۔ اللہ کی توفیق سے ہمیں اس پر بھی کام کرنے کا موقع ملا۔

یہ سفر جاری ہے اور ہر دن یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اسے پہلے سے بہتر بنایا جائے اور بڑے سے بڑے پیمانے پر کام کیا جائے۔

ان شاء اللہ یہ کوششیں اس تنظیم کے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کے لیے مغفرت کا ذریعہ ہوں گی اور اس دن جب لوگوں کے اعمال ظاہر ہوں گے اور حساب و کتاب ہوگا تو یہ آج کا کام اس دن کے لیے آرام ہو گا، ان شاء اللہ۔

عبد مصطفی آفیشل

ABDE MUSTAFA

اُنھیں وسیلہ کیوں نہ بناؤں

خلیفۂ اعلی حضرت، حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالی سے ایک شخص نے پوچھا:

توسل کے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان دلیل ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدۃ:35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

اس شخص نے کہا کہ اس آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟

اس نے کہا: مجھے کیا معلوم؟

آپ نے فرمایا: حضور ﷺ بارگاہِ خدا میں مقبول ہیں یا نہیں؟

اس نے کہا: یقیناً مقبول ہیں۔

آپ نے فرمایا: جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے، تو حضور اکرم ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جو یقیناً مقبول ہیں۔

(انظر: عقائد و نظریات، چوتھا باب، ص137)

عبد مصطفی

عشق سے اللہ کی پناہ

میدانِ عرفات میں، سیدنا عبد اللہ بن عباس کے سامنے ایک نوجوان پیش کیا گیا جو اِس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ اُس کی ہڈیوں پر ماس بھی باقی نہیں رہا تھا۔

آپ نے پوچھا: اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟

لوگوں نے کہا: عشق نے اس کا یہ حال کر دیا۔

اُس دن سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روزانہ عشق سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔

(انظر: الداء والدواء، فصل: ودواء هذا الداء القتال، ص 497، ط دار عالم الفوائد مكة المكرمة، س 1429ھ)

جو خوش نصیب عشق میں مبتلا نہیں ہوئے، اُنھیں عافیت کی دعا کرنی چاہیے، کیوں کہ

بچتا نہیں ہے کوئی بھی بیمار عشق کا
یارب! نہ ہو کسی کو یہ آزار عشق کا

اور جو مبتلا ہو چکے ہیں، اُنھیں ہمت ہارنے کے بجائے اپنے کرم والے رب کی طرف دیکھنا چاہیے۔

اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، وہ جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے عطا کر سکتا ہے۔

مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ تیرے رب کی عطا پر کوئی پابندی نہیں۔

اُلجھے ہوئے ذہن کو سُکوں دیتا ہے

انسان کو سوچ سے فزُوں دیتا ہے

دیکھا ہو گا کبھی برستا بادل؟؟

وہ دینے پہ آجائے تو یُوں دیتا ہے!!

علامہ قاری لقمان شاہد

ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

امام قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ کیا میری رحمت سے تم کو بھی کچھ حصہ ملا ہے؟ عرض کی:

نعم، کنت اخشی العاقبة فامنت لثناء اللہ عزوجل علی بقولہ "ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع، ثم امین"

(التکویر:20،21)

ہاں، میں اپنے انجام و آخرت سے ڈرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے میری مدح میں یہ آیت کریمہ "جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے" آپ ﷺ پر نازل فرمائی تو اب بے خوف ہوں۔

(انظر: الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ص58۔
وشفا شریف اردو، ص24،25۔
والمواھب اللدنیۃ، ج3، ص170)

ہمارے آقا ﷺ رحمت اللعالمین ہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے آپ کی رحمت سے حصہ نہ ملا ہو۔

جس کی دو بُوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

عبد مصطفی

بہار شریعت۔ علم کا خزانہ

کتابیں تو بہت ہیں لیکن بہار شریعت کی بات ہی جدا ہے۔ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں جسے بہار شریعت کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے۔ یہ کتاب بیس حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کے ابتدائی چھے حصوں کے بارے میں خود صاحب بہار شریعت، حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ اس میں روزمرہ کے عام مسائل ہیں، ان چھے حصوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے تا کہ عقائد، طہارت، نماز، زکوۃ اور حج کے فقہی مسائل عام فہم سلیس اردو زبان میں پڑھ کر جائز و ناجائز کی تفصیل معلوم کی جائے۔

اس کتاب کا پہلا حصہ جو عقائد کے بیان پر ہے، قابل تعریف ہے۔ بہترین انداز میں عقائد اہل سنت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں جو طرز اپنایا گیا ہے وہ دل لبھانے والا ہے۔ عقائد باطلہ کا علمی انداز میں رد بھی کیا گیا ہے۔ علما ہوں یا عوام سب کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

روزانہ درس دینے کے لیے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ کئی مسجدوں میں ایسی کتابوں سے درس دیا جاتا ہے جس میں حکایات وغیرہ کی کثرت ہوتی ہے جس سے سامعین کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا؛ اگر اس کتاب سے درس دیا جائے تو عقائد کی معلومات کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے مسائل بھی معلوم ہو جائیں گے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف کا عرصہ تقریباً 27 سال ہے!

اس کتاب کا ایک نام "عالم بنانے والی کتاب" بھی ہے اور یقیناً جو شخص اس کتاب کو مکمّل پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لے وہ عالم ہے۔ علمائے اہل سنت نے بھی اس کتاب کو عالم بنانے والی کتاب تسلیم کیا ہے۔

آج ہماری عوام بلکہ افسوس، کئی خواص بھی کتابوں سے دور ہو چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایک اچھی خاصی تعداد علم سے دور ہو گئی۔ بہار شریعت جیسی کتاب ہمارے درمیان موجود

ہے اور یہ صرف کتاب نہیں بلکہ ایک انمول خزانہ ہے جسے ہمیں پہچاننے کی ضرورت ہے۔ ہماری ذمے داری ہے کہ ایسی کتابوں کو خوب عام کریں اور خود بھی پڑھیں۔

عبد مصطفی

اولاد کے جذبات

میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنی بیٹی کو صرف اس لیے زدوکوب کر رہا تھا کہ اس نے یہ کیوں کہا:

"ابو جی میرا فلاں جگہ نکاح کر دو!"

مجھے بہت ترس آیا۔ میں نے اسے کہا:

میرے بھائی! اسے بالکل نہ مارو، جب بیٹا بیٹی بول کر کہہ دیں تو ان کا نکاح کر دینا چاہیے۔

ویسے بھی باپ کے لیے بہت ضروری ہے کہ بیٹی کا نکاح کرنے سے پہلے اُس کی رائے لے، اگر اس کا دل کسی اور طرف مائل ہو تو اس کا لحاظ کرے، تاکہ بعد میں فتنہ پیدا نہ ہو۔

عشق بہت بڑی بیماری ہے، اس سے بڑی بیماری کیا ہو سکتی ہے!!

(ملخصاً: المبسوط للسرخسی، کتاب النکاح، ج4، ص192، 193، داراحیاء التراث العربی بیروت)

بعض بچے جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں تو ان میں عشق و محبت والی حِس بیدار ہو جاتی ہے۔

یہ ایک فطرتی ذوق ہے، جس کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہاں والدین کا یہ فرض ضرور ہے کہ اس کا درست راستہ متعین کریں۔

مشہور صوفی اور ولی اللہ، حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا:

آپ کا بیٹا فلانی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

ساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میرے بیٹے کو انسانوں والی طبیعت عطا فرمائی۔

(انظر: الداء والدواء، ص 508، ط دار عالم الفوائد مكة المكرمة، س 1429ھ)

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الهوى

فقم واعتلف تبنا فانت حمار

جب تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے تو تم نے محبت کو سمجھا ہی نہیں، اس لیے اٹھ کر گھاس چرو، تم گدھے ہو۔

(اور محبت بھرے جذبات کو سمجھنا انسانوں کا کام ہے، گدھوں کا نہیں!)

اس سلسلے میں کچھ گزارشات ہیں:

1: شروع سے ہی اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور انھیں غیر محرم عورتوں / مردوں میں گھلنے ملنے سے باز رکھیں۔

2: انھیں رسول پاک ﷺ کی محبت سکھائیں تاکہ وہ عشق رسول میں پروان چڑھیں، اور یادِ حضور میں ہی آنسو بہائیں۔

3: اگر آپ شروع سے بچوں کی نگہداشت نہیں کر سکے اور وہ عشقیہ معاملات میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اب فطرت کے خلاف جنگ نہ کریں، بلکہ ان کے نکاح کا بندوبست کریں۔

4: آپ کا بیٹا / بیٹی جس جگہ نکاح کے لیے مصر ہو اگر وہ لوگ آپ کی سمجھ سے باہر ہیں تو بچوں کو پیار اور دلیل سے سمجھائیں، اگر ان کے معاملات حد سے بڑھے نہ ہوئے تو مان جائیں گے۔

لیکن اگر معاملات حد سے تجاوز کر گئے ہوئے تو آپ مان جایئے گا۔

5: جس طرح آپ بچپن سے اپنے بچوں کی ہر خوشی کا لحاظ رکھتے آئے ہیں، اسی طرح نکاح کے معاملے میں بھی رکھیں۔

بہت دفعہ ایسے ہوا ہو گا کہ آپ کے بیٹے / بیٹی نے آپ کے خلافِ مزاج کام کیا، لیکن آپ ان کی خوشی کے لیے خاموش رہ گئے، اور انھیں دعائیں دے کر اپنا دل صاف کر لیا۔

اسی طرح نکاح کے معاملے میں بھی ان کی پسند کا لحاظ کریں، اور انھیں دعائے خیر سے نواز کر چپ ہو جائیں، اللہ پاک بہتر کرے گا۔

علامہ قاری لقمان شاہد صاحب

سب پہ نظر کرم

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک گھر میں داخل ہوئے تو گھر (لوگوں سے) بھر گیا۔

حضرت سیدنا جریر وہاں گئے تو (اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے) گھر کے باہر بیٹھ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے انھیں دیکھا تو اپنا ایک کپڑا لپیٹ کر ان کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔

حضرت سیدنا جریر نے کپڑا پکڑا اور اپنے چہرے پر لگا کر اسے بوسہ دیا۔

(انظر: الانوار فی شمائل النبی المختار اردو ترجمہ بہ نام شمائل بغوی، ص225،226، ر245)

صحابہ کی تعداد لاکھوں میں ہونے کے باوجود بھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی نظر عنایت سے کوئی محروم رہا ہو۔ آپ ﷺ ہر ایک کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ اپنی امت کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

عبد مصطفی

کیا اسلام پیار کرنے کی اجازت دیتا ھے؟

ایک لڑکے نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا اسلام کسی لڑکی سے پیار کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اس کی مراد "شادی سے پہلے" والا پیار تھی۔

میں نے کہا: جس طرح آج کل پیار ہوتا ہے، اس کی اجازت تو نہیں دیتا لیکن اگر کسی کو پیار ہو جائے تو اسلام اس کی رہنمائی ضرور کرتا ہے۔

اولاً تو پیار کی بیماری سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے لیکن اگر کسی کو کسی سے پیار ہو جائے تو صبر سے کام لینا چاہیے۔ پیار ایک غیر اختیاری عمل ہے جس پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ یہ فطری (نیچرل) ہے جس سے جنگ کر کے جیتنا ممکن نہیں!

پیار کرنے والوں کو ڈانٹنے، مارنے اور سختی کرنے سے بہتر ہے کہ انھیں پیار سے سمجھایا جائے اور جہاں تک ہو سکے ان کی مدد کی جائے یعنی ان کا نکاح کروا دیا جائے۔ اگر ہم ان کے ساتھ زبردستی کرتے ہیں تو فتنے کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان اس سلسلے میں حرف آخر ہے:

لم یر للمتحابین مثل النکاح (ابن ماجه، مشكوٰة)

دو پیار کرنے والوں کے لیے نکاح سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آتا۔

عبد مصطفی

کیا پیار کرنا گناہ ہے؟

کئی لڑکے اور لڑکیوں کے ذہن میں یہ سوال آتا ہو گا کہ کیا پیار کرنا گناہ ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ جو پیار کا طریقہ اِس زمانے میں رائج ہے وہ گناہ نہیں بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

ابھی جس پیار کا بازار گرم ہے اُس کی شروعات ہی غلط طریقے سے ہوتی ہے۔

ایک لڑکا، جس نے پہلے سے سوچ رکھا ہوتا ہے مجھے اپنے "سپنوں کی رانی" تلاش کرنی ہے اور ایک لڑکی جسے اپنے "سپنوں کے راج کمار" کی تلاش ہوتی ہے۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ اسے ڈھونڈنے کے لیے نگاہیں دوڑانی ہوں گی اور جب تک وہ نظر آئے گی یا آئے گا تب تک ہم گناہوں کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہوں گے۔

جس سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے، اسے دیکھنا جائز نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ پیار کی گاڑی شروع ہونے سے پہلے ہی گناہوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

یہ تو شروعات تھی، پھر آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔۔۔،

پھر دل کی بات بتائی جاتی ہے یعنی پروپوز کیا جاتا ہے، اُس سے بھی پہلے باتیں کی جاتی ہیں اور ایسے کام کیے جاتے ہیں جس سے سامنے والا / والی خوش (ایمپریس) ہو جائے۔ یہ سب گناہ نہیں تو اور کیا ہیں؟

ہاں اگر کسی کو ایسا پیار ہو اکہ اچانک کسی پر ایک نظر پڑ گئی اور اپنا دل کھو بیٹھا تو اب اسے چاہیے کہ نکاح کی کوشش کرے اور کامیابی نہ ملے تو صبر کرے۔ گناہوں بھرے مراحل (اسٹیپس) یعنی پر وپوز کرنا، تحفے دینا، ایمپریس کرنے کے لیے شعبدے (کرتب) دکھانا وغیرہ کے بجائے اللہ تعالی سے خیر طلب کرے اور جائز طریقے سے اپنے پیار کو پانے کی کوشش کرے۔

عبد مصطفی

بیٹی وداع ہورھی ھے

حضرت اسما فَزاری علیہ الرحمہ کی بیٹی وداع ہو رہی ہے۔۔۔،،،

آپ علیہ الرحمہ نے رخصتی کے وقت اپنی بیٹی سے فرمایا:

بیٹی! اگر آج تمھاری والدہ زندہ ہوتیں تو مجھ سے زیادہ وہ اس بات کی حق دار ہوتیں کہ (اس موقعے پر) تمھاری تربیت کرے، مگر اب میرا حق بنتا ہے کہ تمھیں سمجھاؤں، لہذا جو کچھ میں کہنے جا رہا ہوں اسے اچھی طرح سمجھ لو!

جس گھر میں تم نے پرورش پائی اب اس سے رخصت ہو کر تم ایسے بچھونے کی طرف جا رہی ہو جسے تم نہیں پہچانتی اور ایسے رفیق کے پاس جا رہی ہو جس سے تم نامانوس ہو لہذا

تم اس کے لیے زمین بن جانا وہ تمھارے لیے آسمان بن جائے گا،
تم اس کے لیے بستر بن جانا وہ تمھارے لیے ستون بن جائے گا،
تم اس کی باندی (کنیز) بن جانا وہ تمھارا غلام (تابع دار) بن جائے گا،
نہ تو ہر وقت اس کے قریب رہنا کہ وہ تم سے بیزار ہی ہو جائے اور نہ اتنا دور ہونا کہ وہ تمھیں بھول ہی جائے بلکہ اگر وہ خود تمھارے قریب ہو تو تم بھی اس کے قریب ہو جانا اور اگر تم سے دور ہو تو تم بھی اس سے دور رہنا،
اس کے ناک، کان اور آنکھ کی حفاظت کرنا (اس طرح) کہ وہ تم سے صرف خوشبو ہی سونگھے، اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ سنے اور خوبصورتی کے علاوہ کچھ نہ دیکھے۔

(انظر: قوت القلوب، الفصل الخامس والاربعون، ج2، ص 421 بہ حوالہ اسلامی شادی، ص98،99)

ان چند نصیحتوں میں خوشیوں کا ذخیرہ پوشیدہ ہے۔ لڑکیاں اگر ان باتوں پر عمل کریں تو اُن کی ازدواجی زندگی ہمیشہ آباد رہے گی۔

عبد مصطفی

جنتی زیور۔ عورتوں کے لیے ایک بہترین کتاب

جنتی زیور" اس نام سے ملتے جلتے ناموں کی اور بھی کچھ کتابیں ہیں، ہم جس کی بات کر" رہے ہیں وہ حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب عورتوں کے لیے بہت مفید ہے۔

کتاب کے آغاز میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے عورتوں کے کتنے برے حالات تھے اور ان کے حقوق کو کس طرح قدموں تلے روندا جا رہا تھا، پھر حضور کی آمد سے عورتوں کو کیا عزتیں اور بلندیاں نصیب ہوئیں۔

اس کے بعد کتاب میں عورت کی زندگی کے معاملات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ بچپن، بلوغت، نکاح وغیرہ عناوین کے ضمن میں بیوی کو کیسا ہونا چاہیے، بہو کے فرائض، ایک دوسرے کے حقوق، پردے کے احکام وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر اخلاقیات پر لکھتے ہوئے مصنف نے بری عادتوں اور اچھی عادتوں کو بیان کیا ہے۔ غصہ، حسد، لالچ، کنجوسی، تکبر، چغلی، غیبت، جھوٹ، بد گمانی، ریاکاری اور پھر قناعت، حلم، صبر، شکر، حیا اور سادگی کی تفصیل شامل بیان ہے۔

رسومات کا بیان دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ معلوماتی بھی ہے اور زمانے کے مطابق ضروری مسائل اس میں درج کیے گئے ہیں۔ جہیز کی رسم، تہواروں کی رسمیں، محرم کی رسمیں اور پھر مجالس وفاتحہ وغیرہ کے عنوان دیکھنے کو ملتے ہیں۔

ایمانیات، عبادات اور اسلامیات کے بیان میں سیکڑوں فقہی مسائل موجود ہیں جن کا سیکھنا ہر عورت پر فرض ہے۔ اس کے علاوہ سنتوں اور آداب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے کے طریقے سے لے کر کھانے پینے اور سونے جاگنے تک کا بیان موجود ہے۔

آخر میں ان نیک اور پاک عورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی زندگی عورتوں کے لیے نمونہ ہے۔ امہات المومنین، کئی صحابیات اور صالحات کی زندگیوں کے کچھ پہلوؤں کو نقل کیا گیا ہے اور پھر ہدایات بیان کرنے کے بعد عملیات کے تحت مختلف سورتوں اور آیات سے علاج بیان کرتے ہوئے کتاب کو تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔

عورتوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ اردو اور ہندی میں موجود ہے۔

عبد مصطفی

پیار اور خودکشی

میرے ایک دوست کی بہن کو کسی لڑکے سے پیار ہو گیا۔

اُس نے گھر میں نکاح کرنے کی ضد کی لیکن گھر والوں نے لڑکا پسند نہ ہونے کی وجہ سے منع کر دیا۔

اصرار کرنے پر بھی جب گھر والے راضی نہ ہوئے تو نا امید ہو کر اس نے خود کو پھانسی پر لٹکا کر جان دے دی!!!

یہ تو ایک واقعہ ہے، ایسے نہ جانے کتنے واقعات رونما ہوئے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال ہزاروں لوگ پیار میں ناکام ہونے کی وجہ سے خودکشی کرتے ہیں۔

ہمیں لگتا ہے کہ ایسا کچھ ہونے کے بعد گھر والوں کو افسوس کے ساتھ ساتھ اس بات کا احساس بھی ضرور ہوتا ہوگا کہ انھوں نے نکاح سے انکار کر کے ایک بڑی غلطی کی ہے۔

اگر ان معاملات میں نکاح کروا دیا جائے تو ایسے حادثات نہیں ہوں گے۔

پہلی غلطی تو یہی ہے کہ بچوں کو اچھی تربیت نہیں دی اور جب معاملہ یہاں تک آ جائے تو ان کی مدد کرنے کے بجائے کوئی دوسری غلطی نہ کریں۔

عبد مصطفی

رشتہ جوڑ دیں یا پھر توڑ دیں؟

ارشادِ باری تعالی ہے:

وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (الرعد: 25)

اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان" کے لیے لعنت ہی ہے اور اُن کے لیے برا گھر ہے"

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:
جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دے دی جائے اور اس کے لیے آخرت میں بھی عذاب رہے وہ بغاوت اور قَطع رَحمی سے بڑھ کر نہیں۔(یعنی یہ گناہ یہاں اور آخرت دونوں میں عذاب کا سامان ہے)

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۴/۲۲۹، الحدیث:2519)

یعنی کہ ایسے کتنے لوگ ہیں جو رشتوں میں درار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو آپسی رشتے داروں میں ایسے مشورے پیش کرتے رہتے ہیں جن سے ایک اچھا کام بنتے بنتے رک جاتا ہے۔ وہ اس بات کا تھوڑا بھی خیال نہیں کرتے کہ ان کے مشورے اصلاح کے نام پر رشتے جوڑنے کا نہیں توڑنے کا کام کر رہے ہیں۔
دوسرے وہ ہیں جو ان کی باتوں کو پتھر کی لکیر سمجھ کر رشتوں کو جوڑنے والے عمل سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔
حکیم الاُمت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالی ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے اچھا گمان کرنا اُن پر بدگمانی نہ کرنا یہ بھی اچھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ۶/۶۲۱)

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ احادیث مبارکہ بیان کر رہے تھے تو فرمایا:
وہ شخص جو رشتے داری توڑنے والا ہو وہ ہماری محفل سے اُٹھ جائے!
ایک نوجوان اُٹھ کر اپنی پھوپی کے ہاں گیا کئی سال پرانا جھگڑا ختم کیا اور پھوپی کو راضی کر لیا۔

(الزواجر، قطع الرحم، ۲/۱۵۳)

رشتے داری ایک بہت پیارا احساس ہے جسے محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر رشتے کی ڈور توڑ دینا درست نہیں ہے۔ اس سے جہاں اتحاد پر فرق پڑتا ہے وہیں کئی دل بھی ٹوٹتے ہیں جو کہ بہت بری بات ہے۔ رشتے کیجیے، رشتہ داروں سے اچھی طرح پیش آیئے اور یہی دین اسلام کا مزاج بھی ہے۔

کسی کو احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دیجیے اور جوڑنے کا کام کیجیے نہ کہ توڑنے کا۔ اس دنیا میں اکیلے تو کسی نے رہنا نہیں پھر کیوں ہم توڑنے کا کام کریں؟ آج ہم ایسا کریں گے تو کل ضرور ہمیں اس کا جواب اور حساب دینا ہو گا۔
اللہ تعالی ہمیں رشتوں کی اہمیت کو سمجھنے اور رشتے جوڑنے کی توفیق دے۔ اللہ ہم مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح متحد بنائے۔ رب قدیر اپنے نبی، ان کی ازواج اور صحابۂ کرام کے

درمیان قائم ہونے والے پیارے رشتوں کے صدقے ہمیں جوڑنے والوں کی صف میں رکھے اور توڑنے کے گناہ سے بچائے۔

دختر ملت

(رکن عبد مصطفی آفیشل)

امام حسن کو زہر کس نے دیا؟

(سلسلہ "کربلا سے متعلق کچھ جھوٹے واقعات" سے منسلک)

امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور مشہور ہے کہ زہر دینے والی آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث تھی۔

بعض علمانے بھی زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے لیکن بعض علمانے اس کو نا قابل قبول اور حقیقت کے خلاف بتایا ہے۔

سب سے پہلے ہم ان علما میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے زہر دینے کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے:

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

(سر الشہادتین، ص14، 25)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

(تاریخ الخلفاء، 192)

امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ

(الصواعق المحرقہ، ص 141)

علامہ حسن رضا خان بریلوی رحمہ اللہ

(آئینۂ قیامت، ص 21)

اور مفتی اعظم ہند، علامہ مصطفی رضا خان رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔

(فتاوی مفتی اعظم ہند، ج 5، ص 306 تا 310)

اب ان علما کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جن کا موقف اس کے خلاف ہے:

حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس بابت لکھتے ہیں کہ مؤرخین نے زہر خورانی کی جعدہ بنت اشعث کی طرف کی ہے لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر دلیل کسی مسلمان پر قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بھائی سے زہر دینے والے کے متعلق دریافت کیا اور اس سے ظاہر ہے کہ امام حسین کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ امام حسن نے بھی کسی کا نام نہیں لیا تو اب ان کی بیوی کو قاتل معین کرنے والا کون ہے۔

(دیکھیے: سوانح کربلا، ص 101، 102، ملخصًا)

فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی،

شیخ الحدیث، حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی،

حکیم الامت، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی،

حضرت علامہ محمد شبیر کوٹلی،

حضرت علامہ عبد السلام قادری،

حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری اور حضرت علامہ قاری محمد امین القادری رحمھم اللہ

نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

(دیکھیے: فتاوی فقیہ ملت، ج2، ص406، 407،

خطبات محرم، ص279، 280،

حقانی تقریریں، ص226،

حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، ص69،

شہادت نواسۂ سید الابرار، ص288،

تاریخ کربلا، ص195 تا 197،

کربل کی ہے یاد آئی، ص89، 90)

یہی دوسرا قول زیادہ صحیح ہے اور احتیاط کے قریب ہے۔ محض مشہور ہونے کی بنا پر امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی پر الزام لگانا درست نہیں ہے۔

عبد مصطفی

چھوٹا پریوار سُکھی پریوار؟

کچھ سمجھدار لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ چھوٹا پریوار سکھی پریوار ہوتا ہے۔ ایک شادی کرو اور دو بچے، بس اتنا کافی ہے حالانکہ یہ سمجھداری والی بات نہیں ہے۔ اپنی سمجھ کو تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے دیں اور اس تحریر کو پڑھیں۔

رسول کریم ﷺ نے گیارہ عورتوں سے نکاح فرمایا اور آپ کی چار باندیاں بھی تھیں۔

آپ ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد سات ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی چار (4) بیویاں تھیں جن سے آپ کی چھے (6) اولاد تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے دس (10) عورتوں سے نکاح فرمایا جن سے آپ کی پندرہ (15) اولاد تھیں۔ آپ کے پوتوں، پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں کی تعداد انتیس (29) ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی آٹھ (8) بیویاں تھیں اور آپ کی اولاد کی تعداد سولہ (16) ہے۔

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے نو(9) عورتوں سے نکاح فرمایا اور آپ کی اولاد کی تعداد چھتیس(36) ہے۔

حضرت زبیر بن عوام نے نو(9) عورتوں سے نکاح فرمایا جن سے آپ کی بیس(20) اولاد تھیں۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف نے پندرہ(15) عورتوں سے نکاح فرمایا اور آپ کی اولاد کی تعداد اٹھائیس(28) ہے۔

امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی دس(10) سے زائد بیویاں تھیں جن سے آپ کی سترہ یا اٹھارہ(18 / 17) اولاد تھیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے پانچ(5) نکاح فرمائے اور آپ کی اولاد کی تعداد چھے(6) ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد کی تعداد پندرہ(15) ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی بیویوں کی تعداد چار(4) اور اولاد کی چھے(6) ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ نے گیارہ(11) عورتوں سے نکاح فرمایا اور آپ کی اولاد کی تعداد چھتیس(36) ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد کی تعداد اکتیس (31) ہے۔

حضرت حسن مثنی کی پانچ (5) بیویاں تھیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کی تین (3) بیویاں اور ایک باندی بھی تھی جن سے آپ کی سولہ (16) اولاد تھیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ نے چار (4) نکاح فرمائے اور آپ کی اولاد کی تعداد آٹھ (8) ہے۔

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ نے دو نکاح کیے جن سے آپ کی دس (10) اولاد تھیں۔

یہ ہم نے کچھ ہستیوں کے ناموں کا ذکر کیا ہے جو ہم سے زیادہ سمجھدار اور عبادت گزار تھے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان حضرات کو معلوم نہیں تھا کہ چھوٹا پریوار سکھی پریوار ہوتا ہے؟

یہ فیملی پلاننگ کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے بلکہ اچھے لوگ تو وہ ہیں جن کی زیادہ بیویاں اور زیادہ اولاد ہیں۔ اپنی سوچ کو بدلیں تاکہ آپ کو سکھی پریوار کی تعریف معلوم ہو سکے۔

عبد مصطفی

جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا

(سلسلہ "کربلا کے کچھ جھوٹے واقعات" سے منسلک)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کسی جاہل نے یہ جھوٹی روایت گھڑی ہے کہ ایک مرتبہ آپ یزید کو اپنے کندھے پر بٹھائے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنتی باپ کے کندھے پر جہنمی بیٹا سوار ہے۔

اس روایت کے متعلق حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ حضور کی حیات ظاہری میں یزید پیدا ہی نہیں ہوا تھا بلکہ حضور کے وصال کے پندرہ یا سولہ یا سترہ سال کے بعد پیدا ہوا۔ یزید کی پیدائش 25ھ یا 26ھ یا 27ھ میں ہوئی ہے، روایت مختلف ہیں۔ جس نے یہ روایت بیان کی اس نے حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ بخاری وغیرہ تمام کتب میں یہ حدیث ہے جو چالیس پچاس صحابہ سے مروی ہے:

جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ (مشکوٰۃ، ص 53)

(فتاوی شارح بخاری، ج2، ص34، ملخصًا)

بحر العلوم، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ بچپن میں ہم نے جاہلوں کی زبانی سنا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ یزید کو اپنے کندھے پر...... الخ۔ یہ بات اس طرح جھوٹ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ حضور

ﷺ نے 10ھ میں پردہ فرمایا اور یزید کی پیدائش 26ھ میں ہوئی تو جو شخص حضور کے پردہ فرمانے کے سولہ سال بعد پیدا ہوا اس کو حضور ﷺ نے کب حضرت امیر معاویہ کے کندھے پر دیکھا اور کب اس کو جہنمی بتایا۔

(فتاوی بحر العلوم، ج6، ص340)

فقیہ ملت، حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو اپنی دو کتابوں میں باطل قرار دیا ہے۔

(انظر: خطبات محرم، ص305۔

وسیرت سیدنا امیر معاویہ، ص17، 18)

ایسی روایت بنانے والوں کو ماننا پڑے گا، کیا عقل پائی ہے۔ کسی کو بھی کسی سے ملا دیتے ہیں، اِنھیں حیات اور وفات سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ وہ لوگ بھی قابل ذکر ہیں جو ایسی روایات کو دھڑلے سے بیان کرتے ہیں۔

عبد مصطفی

تین طلاق میں یہ بھی

تین طلاق کے مسئلے کو لے کر جو کچھ بھی ہوا، اس کے حل کے لیے جن علمائے اہل سنت نے بھی کوئی کردار نبھایا وہ سب قابل تعریف ہیں، سب نے اچھا کام کیا اور ہم ان کے لیے

دعا گو ہیں لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جس پر بات ہونی چاہیے۔ ہم اُسی پہلو کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جن عورتوں کو طلاق دے کر چھوڑ دیا گیا ہے اُن سے نکاح کرے گا کون؟ ان کا سہارا بننے کے لیے کون تیار ہو گا؟ ان کا ہاتھ تھامنے کے لیے کون آگے بڑھے گا؟ جن کی شادی نہیں ہوئی کیا وہ ایک طلاق شدہ عورت سے نکاح کے لیے تیار ہوں گے؟ اگر کنوارے یہ کام نہیں کریں گے تو کیا جن کی شادی ہو چکی ہے وہ ہمت کر سکتے ہیں؟ پھر ان عورتوں کی زندگیوں کا کیا؟

یہ کچھ ایسی باتیں ہیں جن پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک جوان کنوارا لڑکا کسی بیوہ سے نکاح نہیں کرنا چاہتا اور ایک شادی شدہ شخص چاہ کر بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ اگر اس نے کچھ ایسا کرنے کی سوچ بھی تو پہلی بیوی اور اس کے گھر والے اور پھر اپنے گھر والے ہی رکاوٹ بن جائیں گے۔ اب جب ایسے حالات ہیں تو ایک بیوہ کے سامنے کون سا راستہ بچتا ہے؟ یا تو وہ خودکشی کر لے گی یا مزدوری کر کے اپنی زندگی بسر کرے گی اور تیسرا راستہ وہ ہے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔

ہم کس منہ سے ان عورتوں کے حق کی بات کریں جنھیں طلاق دے کر گھر سے نکالا جا چکا ہے؟ ہم خود انھیں اپنانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے پہلا نکاح کن سے

کیا؟اِس میں ہمارے لیے کوئی پیغام ہے یا نہیں؟ہم کب اِس سنت پر عمل کریں گے اور کب تین چار شادیوں کا رواج عام ہو گا؟یہ کچھ ایسے سوالات ہیں جن کے بارے میں ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

عبد مصطفی

حلالہ - آسان لفظوں میں

مسئلہ (Special) مسئلہ نہیں بلکہ ایک خاص (Common) حلالے کا مسئلہ کوئی عام وجہ سے پیش آتا ہے۔اس میں کسی پر کوئی ظلم نہیں (Particular) ہے جو ایک خاص کیا گیا ہے بس سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ

(البقرۃ:230)

پھر اگر شوہر بیوی کو(تیسری)طلاق دے دے تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

اس آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد شوہر پر عورت اس وقت تک حلال نہ ہو گی جب تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور پھر وہ دوسرا شخص طلاق دے دے تو پہلے کی طرف لوٹ سکتی ہے۔

یہ ایک ایسی کتاب کا حکم ہے جسے ہر مسلمان اپنے سینے سے لگاتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ اس کی ہر بات حق ہے اور ظلم سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اللہ تعالی کا کوئی فرمان حکمت سے خالی نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں علم نہ ہو۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور مشکوٰۃ میں دیکھا جاسکتا ہے؛ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت (جو طلاق کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرچکی تھی اور اب پہلے کی طرف لوٹنا چاہتی تھی، اُس) سے فرمایا کہ تم اس وقت تک پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک تمھارا یہ (دوسرا) شوہر اور تم ایک دوسرے کا ذائقہ نہ چکھ لو۔ (یعنی دوسرے شوہر کے ساتھ ہمبستری ضروری ہے)

(انظر: بخاری: 2639، 5260، 5317، 5792، 5825، 6084؛ مسلم: 3526، 3527، 3528؛ ترمذی: 1118؛ ابوداؤد: 2309؛ نسائی: 3285، 3437، 3438؛ ابن ماجہ: 1932؛ مشکوٰۃ: 3295؛ مسند احمد: 7181)

ان دلائل کو پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حلالہ کسی عالِم کے گھر کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ یہ جان لینے کے بعد اور بھی کچھ باتیں ہیں جنھیں سمجھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے یہ جانتے ہیں کہ حلالہ کیوں ہوتا ہے؟ اِس کی کیا ضرورت ہے؟

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ یہ ایک خاص مسئلہ ہے جو ایک خاص وجہ سے پیش آتا ہے اور وہ وجہ ہے تین طلاقیں؛ اگر تین طلاقیں نہ دی جائیں تو حلالہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تیسری طلاق دینے کے بعد معاملہ تھوڑا الگ ہو جاتا ہے۔ جب شوہر بیوی کے درمیان نااتفاقی ہو اور اتنی بڑھ گئی ہو کہ ساتھ رہنا مشکل ہو تو طلاق کے راستے سے باہر نکلا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے تین طلاقیں دینا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ایک طلاق سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے اور اُس میں سوچ بچار کرنے کے لیے وقت بھی ہوتا ہے تاکہ غلطی محسوس ہونے پر رجوع کیا جاسکے لیکن تین طلاقوں کا مطلب ہے کہ میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اب ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا تھا۔ یعنی تیسری طلاق دینے کی نوبت بالکل آخری درجہ ہے۔

تین طلاقیں دینا اصل میں یہ بتانا ہے کہ اب ہم کسی طرح بھی ساتھ نہیں رہ سکتے، پانی سر سے گزر چکا ہے۔ تیسری طلاق دے کر گویا یہ بتا دیا کہ اب اتفاق و اتحاد کی کوئی صورت ہی

باقی نہیں ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ جب بات اتنی بڑھ چکی تھی تو پھر تین طلاقوں کے بعد شوہر بیوی ایک دوسرے کی طرف واپس کیوں لوٹنا چاہتے ہیں؟ جس شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دے کر یہ بتادیا کہ اب وہ اس کے ساتھ ہر گز نہیں رہ سکتا تو پھر کیوں اسی عورت کو واپس چاہتا ہے؟ ان باتوں کو مد نظر رکھیں تو ضرور سمجھ آجائے گا کہ حلالہ کے کیا فائدے ہیں۔

عورتیں جذبات (Feelings) کے حساب سے بہت نرم (Sensitive) ہوتی ہیں جو پیار سے دو جملے کہہ دینے پر اپنا سب کچھ شوہر پر قربان کر دیتی ہیں اور یہی وجہ ہے تین طلاقیں ملنے کے بعد بھی تھوڑی سی محبت دیکھ کر دوبارہ اسی شوہر کی طرف لوٹنے کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ اب ایسی حالت میں شریعت ان کو صحیح راستہ دکھاتی ہے اور ان کی زندگی کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے ایک موقع دیتی ہے جسے ہم حلالہ کہتے ہیں۔ شاید کوئی یہ سوچے کہ آخر حلالہ میں کون سی بھلائی ہے؟ اس سے مستقبل کا کیا تعلق ہے؟ تو جان لیجیے کہ حلالے کی جو تصویر ہمارے سامنے رکھی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے اور عموماً حلالے کے لیے جو طریقہ اپنایا جاتا ہے وہ غیر شرعی ہے۔ ایک وہ حلالہ ہے جو ہو جاتا ہے اور ایک وہ ہے جو کیا جاتا ہے، دونوں میں فرق ہے۔

جس عورت کو تین طلاقیں دے دی گئی ہیں، اب اس عورت کو یہ موقعہ دیا جارہا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور یہ نکاح دو چار دن کی نیت سے نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے کی نیت سے کرے۔ اس میں کوئی زبردستی نہیں ہے کہ فلاں شخص سے ہی نکاح کرنا ہے بلکہ جس سے راضی ہو نکاح کرلے۔ دوسرے شوہر کے ساتھ اگر خوش ہے تو اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے، پہلے والے کے پاس واپس آنا کوئی ضروری نہیں ہے اور اگر دوسرے سے طلاق کے بعد آنا چاہے تو اب منع بھی نہیں ہے۔ یہ وہ حلالہ ہے جسے بعض لوگ پتا نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں حلالہ کرنا نہیں پڑتا بلکہ ہو جاتا ہے اور یہ بالکل جائز ہے جسے کوئی سمجھدار غلط نہیں کہہ سکتا۔

اب ایک صورت یہ ہے کہ تین طلاقیں تو ہو گئیں لیکن ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کوئی شخص اپنی مرضی سے ان میاں بیوی کے درمیان صلح کروانے اور ان کا گھر دوبارہ بسانے کی نیت سے عورت سے نکاح کرے اور اس میں حلالے کی شرط بھی نہ رکھی جائے یعنی یہ نہ کہا جائے کہ نکاح کے اتنے دن بعد طلاق دے دینا پھر اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو یہ جائز ہے بلکہ دوسرے شخص کو میاں بیوی میں صلح کرانے کا اجر بھی ملے گا۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ ایک تیسری صورت جو عوام میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ حلالہ کے لیے کسی شخص کو تلاش کیا جاتا ہے پھر اسے پیسے بھی دیے جاتے ہیں اور حلالہ کو دھندا بنانے والے جاہل قسم کے لوگ اپنی ہوَس کو پورا کرنے کے لیے یہ کام کرتے ہیں، یہ بالکل ناجائز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(ترمذی:1119، 1120؛ ابوداؤد:2076؛ نسائی:3445، 5107، 5108؛ ابن ماجہ: 1934، 1935، 1936؛ مسند احمد:5954، 6996، 6997، 6998، 9868، 10020، 10022، 10023؛ مشکوٰۃ:3296)

اگرچہ حلالہ کا یہ طریقہ ناجائز و گناہ ہے لیکن اس طرح بھی حلالہ ہو جائے گا، مطلب یہ کہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔ اس طرح کے مسائل کی زیادہ معلومات کے لیے ہمیں چاہیے کہ علما کی صحبت اختیار کریں اور کتابوں کا مطالعہ کریں۔

عبد مصطفی

دنبہ جنتی یا دنیاوی؟

ہم بچپن سے ہی یہ بات سنتے آرہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے ذبح کرنا چاہا تو اللہ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام ایک دنبہ لے کر آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ وہ دنبہ ذبح ہوا۔ اس واقعے کو مختلف طریقوں سے الفاظ کی کمی و بیشی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، لیکن جب ہم کئی کتابوں میں اس واقعے پر غور کریں گے تو ذبح ہونے والے دنبے کے بارے میں کئی سوالات ذہن میں آئیں گے، مثال کے طور کچھ سوالات ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

(1) کیا ذبح ہونے والا دنبہ جنتی تھا؟

(2) اس کا گوشت کہاں گیا؟

(3) کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا گوشت اس لیے نہیں پکایا گیا کیوں کہ جنتی چیزوں پر آگ اثر نہیں کرتی تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے دور میں اس جنتی دنبے کی سینگ میں آگ کیسے لگی؟

(4) کئی کتابوں میں جب اس کے سینگ کے جلنے کی صراحت موجود ہے تو پھر اس کے جنتی ہونے پر حرف آئے گا یا نہیں؟

اس مختصر سے مضمون میں ہم اسی طرح کے کچھ سوالوں کے جوابات دلائل کی روشنی میں دینے کی کوشش کریں گے۔

حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جو دنبہ ذبح ہوا تھا وہ کہاں سے آیا تھا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ دنبہ جنت سے اتارا گیا تھا، جیسا کہ تفسیر خازن، تفسیر بغوی اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے۔ (خازن، ج4، ص39)

اب رہا یہ سوال کہ اس دنبے کا گوشت کہاں گیا یا کیسے تقسیم ہوا؟ تو اس حوالے سے علامہ صاوی مالکی اور سید سلیمان جمل کی رائے یہ ہے کہ وہ دنبہ چوں کہ جنت سے اتارا گیا تھا اور جنت کی چیزوں پر آگ اثر نہیں کرتی، اس لیے اس کا گوشت پکایا نہیں گیا اور نہ تو تقسیم کیا گیا بلکہ اسے پرندوں اور درندوں نے کھالیا۔ علامہ صاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس دنبے کے اجزا کو پرندوں اور درندوں نے کھالیا کیوں کہ جنت کی چیزوں پر آگ اثر نہیں کرتی اور علامہ سید سلیمان جمل رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ بات ثابت ہے کہ جنت کی کسی بھی چیز پر آگ اثر نہیں کرتی، اس لیے اس دنبے کا گوشت پکایا نہیں گیا بلکہ اسے درندوں اور پرندوں نے کھالیا۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین، ج3، ص549)

(انظر: انوار الفتاوی، ج1، ص287، ط فرید بک سٹال لاہور)

اسی طرح حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس جنتی مینڈھے کو ذبح کیا اس کا گوشت کس نے کھایا تھا؟ اس بارے میں کوئی روایت نظر سے نہ گزری البتہ یہ دیکھا کہ اس کے گوشت کو درندوں اور پرندوں نے کھایا تھا۔ تفسیر صاوی میں ہے کہ ذبح کے بعد مینڈھے کے گوشت کو درندوں اور پرندوں نے کھالیا کیوں کہ آگ جنتی چیزوں پر اثر نہیں کرتی۔ (صاوی، ج3، ص322)

(انظر: فتاوی بریلی شریف، ص301، ط زاویہ پبلشرز لاہور)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ وہ دنبہ جنتی تھا اور اسی وجہ سے اس کا گوشت پکایا نہیں گیا لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی، ابھی ہمارے سامنے اور بھی کچھ اقوال ہیں جن سے الجھنیں مزید بڑھتی ہیں چناں چہ:

تفسیر کی کئی کتابیں مثلاً تفسیر کبیر، تفسیرات احمدیہ، تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور تفسیر روح البیان وغیرھم میں صراحتاً اس بات کا ذکر ہے کہ اس مینڈھے کی سینگ کعبہ شریف میں آویزاں تھی، یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فتنۂ حجاج بن یوسف کے وقت کعبہ شریف میں آگ لگی اور وہ (سینگ) جل گئی۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اس مینڈھے کا گوشت اس وجہ سے نہیں پکایا گیا کہ

وہ جنتی ہے اور جنتی چیزوں پر آگ اثر نہیں کرتی تو پھر اسی جنتی مینڈھے کی سینگوں میں آگ کیسے لگی اور وہ کیسے جل گئی؟ اب یا تو وہ جنتی نہیں اور اگر جنتی ہے تو سینگ کا جلنا ممکن نہیں۔ اسی گتھی کو سلجھانے کے لیے اب ہم مزید اقوال کو نقل کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

فتاوی فقیہ ملت میں ایک سوال ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس جنتی مینڈھے کو ذبح کیا تھا اس کو جانوروں نے کھالیا اور اس کی سینگ کعبہ میں رکھ دی گئی جو کعبہ میں آگ لگنے کی وجہ سے جل گئی تو سوال یہ ہے کہ جب جنتی چیزوں کو آگ نہیں کھا سکتی تو اس کی سینگ کیسے جل گئی؟

جواب میں لکھا گیا ہے کہ جو مینڈھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا تھا اس کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جنت سے آیا تھا اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ منجانب اللہ شبیر پہاڑ سے اتارا گیا تھا اور اگر یہ صحیح ہے کہ یزیدی حملے کے وقت اس کی سینگ جل گئی تھی تو ظاہر یہی ہے کہ وہ شبیر پہاڑ ہی سے آیا تھا۔

(انظر: فتاوی فقیہ ملت، ج2، ص281، کتاب الخظر والاباحۃ، ط شبیر برادرز لاہور)

حضرت علامہ مفتی محمد وقارالدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ذبح ہونے والے دنبے کا گوشت کہاں گیا؟ بانٹ دیا گیا، آگ اٹھا کر لے گئی یا کوئی درندہ کھا گیا؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس بارے میں تفاسیر میں مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ اس دنبے کے سینگ خانۂ کعبہ میں رکھے گئے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات تک محفوظ تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے مکے پر حملہ کیا تھا جس سے خانۂ کعبہ میں آگ لگ گئی تھی تو سینگوں کا کیا ہوا؟ اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

گوشت کے متعلق زیادہ مشہور قول یہ ہے جسے علامہ صاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کا گوشت جانور کھا گئے تھے۔ (صاوی میں وجہ بھی بیان کی گئی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں)

(انظر: وقار الفتاوی، ج 1، ص 70، ط باب متعلقہ انبیاے کرام)

مفتی محمد خلیل خان برکاتی سے سوال ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دنبے کو ذبح فرمایا اس کی کھال کدھر گئی؟

جواب میں لکھتے ہیں کہ فقیر کے علم میں نہیں کہ وہ کھال کہاں گئی۔

(انظر: احسن الفتاوی المعروف بہ فتاوی خلیلیہ، ج1، ص399، ط ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مذکورہ تمام عبارات سے بھی مکمل طور پر بات سمجھ میں نہیں آتی لہذا اب ہم ایک آخری عبارت کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس عبارت کے بعد ہم کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔

حضرت مولانا محمد عاصم رضا قادری سے اسی بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے تحقیقی جواب تحریر فرمایا جس کی تصدیق حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی نے فرمائی ہے۔

آپ جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ جنتی چیزوں پر آگ اثر نہیں کرتی جیسا کہ علامہ صاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور مینڈھے کی سینگوں کے جلنے کی صراحت کتب تفاسیر میں موجود ہیں مثلاً تفسیر کبیر، تفسیرات احمدیہ، تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور تفسیر روح البیان وغیرھم۔

(مزید لکھتے ہیں کہ) اس مینڈھے کے جنتی ہونے میں اختلاف ہے، چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جو جانور ذبح کیا گیا وہ ایک پہاڑی بکرا تھا جو

"شبیر پہاڑ" سے اترا تھا اور یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ہے تو اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں لیکن حضرت ابن عباس و علامہ سدی اور دیگر مفسرین کے کلاموں میں یہ ہے کہ وہ جنتی مینڈھا تھا جسے بہ حکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے لے کر آئے اور یہ وہی مینڈھا تھا جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے "ہابیل" نے قربانی کی تھی۔ یہ مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ قربان کیا گیا مگر اس سے فی نفسہ اس کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ تفسیر روح البیان کی روایت کے مطابق یہ وہی مینڈھا تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا تھا۔ (تفسیر روح البیان، ج2، ص379)

ان روایات سے اس کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوا تو اب اس کی سینگ کا جلنا دنیاوی چیز کا جلنا ہوا۔ بہر حال تفسیری روایات مختلف ہیں قطعی فیصلہ مشکل ہے۔

(انظر: فتاوی بریلی شریف، ص364، 365، 366، ط زاویہ پبلشرز لاہور)

عبد مصطفی

چار نکاح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ‌ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً (النساء:3)

توان عورتوں سے نکاح کرو جو تمھیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر" "تمھیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ چار، تین یا دو کے درمیان انصاف نہیں کر سکتا تو صرف ایک ہی نکاح کرے۔ یہاں انصاف کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ ان کے حقوق ادا کرے۔ ان کے لباس، کھانے، رہنے اور رات کو ساتھ رہنے کا خیال رکھا جائے۔

جنھیں ڈر ہے کہ وہ انصاف نہیں کر سکتے، اُنھیں جانے دیں لیکن جو اِس قابل ہیں کہ چار عورتوں کے حقوق اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں وہ بھی آج کل چاہیں تو چار نکاح نہیں کر سکتے۔ بہت سے مسائل ہیں؛ پہلی بیوی کا خوف، بیوی کے گھر والوں کا خوف، چار لوگ کیا کہیں گے اس کا خوف اور پھر شادی شدہ کو لڑکی دے گا کون......؟

یہ تو چند مسائل ہیں ورنہ لمبی فہرست ہے۔

چار شادیوں کے خلاف بات کرنے والے / والیاں اس آیت کو تو پیش کرتے / کرتیں ہیں لیکن جو انصاف کرنے پر قادر ہیں انھیں بھی لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بہت کم لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کی چار بیویاں ہیں حالانکہ انصاف کرنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ ایک سچ ہے کہ خوف صرف انصاف کر پانے کا نہیں ہے بلکہ اور بھی باتیں ہیں۔

عبد مصطفی

کیوں کہ گھر روز روز نہیں بنتا

گھر بنانے میں لوگ لاکھوں کروڑوں روپے لگا دیتے ہیں کیوں کہ گھر روز روز نہیں بنتا۔۔۔، آپ یہ نہ سمجھیں کہ آج ہم گھر بنانے کے بارے میں بات کریں گے؛ ہمارا مقصد کچھ اور بتانا ہے۔

صرف گھر بنانا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام جو روز روز نہیں ہوتا، اُسے ہم بہتر اور یادگار بنانا چاہتے ہیں۔

اب شادی کو لے لیجیے، ہم نے سمجھ لیا ہے کہ شادی ایک ہی بار ہوتی ہے لہذا جتنا دماغ لگایا جا سکتا ہے، اس میں لگا دیا جائے۔ اس کو بہتر اور یادگار بنانے کے لیے گھر کی طرح لاکھوں روپے لگانے پڑتے ہیں۔ ہم کہنا کیا چاہتے ہیں اسے سمجھیے۔۔۔،

اگر شادی کو گھر کی طرح خاص نہ کر کے عام کر دیا جائے تو اسے آسان بھی بنایا جا سکتا ہے۔
کیا آپ ہماری بات سمجھ گئے کہ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں؟
ہمارا کہنا ہے کہ شادیوں کو صرف ایک بار نہ کر کے بار بار کیا جائے۔ آپ شاید پھر ہماری بات کو نہیں سمجھ پائے....، مطلب یہ کہ روز روز شادیاں کی جائیں؛ آپ پھر ہمیں غلط سمجھ رہے ہیں۔ کیسے سمجھایا جائے آپ کو.....؟
سیدھا سی بات ہے کہ تین چار شادیوں کا سسٹم مل کر عام کیا جائے اور اسے آسان بنا دیا جائے۔ جب یہ طریقہ عام ہو گا تو شادیوں کو بھی آسان کیا جا سکے گا۔ جب ایک مرد تین چار عورتوں سے نکاح کرے گا تو اپنے آپ شادیاں آسان ہو جائیں گی۔ یہ شروع میں تھوڑا مشکل تو ہے لیکن شروعات کی جا سکتی ہے۔ اگر ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہو جائے تو بہت فائدہ ہو گا۔

عبد مصطفی

باقی عورتیں کہاں جائیں گی؟

مردوں (Birth Rate) میں عورتوں کی شرح پیدائش (Countries) اکثر ممالک میں ہزاروں لاکھوں مرد ہلاک ہو جاتے (Wars) سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ جنگوں ہیں اور اس طرح عورتوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر ہر مرد صرف ایک عورت سے نکاح کرے تو باقی عورتیں کہاں جائیں گی؟ اُن کی زندگیوں کا کیا ہو گا؟

کو دیکھ کر اگر آپ کو ایسا لگتا ہے کہ عورتوں اور مردوں (Statistics) کسی اعداد و شمار کی تعداد میں زیادہ فرق نہیں ہے تو بخاری شریف کی اس حدیث پر بھی غور کریں جس میں قربِ قیامت کے متعلق بیان ہوا ہے کہ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ، یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس (50) عورتیں ہوں گی!(بخاری:81)

یہ مان لیتے ہیں کہ ابھی ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں نہیں ہیں لیکن جتنی بھی ہیں، اُن سے نکاح کون کرے گا؟

ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کا نام لینا بھی حرام ہو چکا ہے تو سوال پھر اپنی جگہ پر ہے کہ باقی عورتیں کہاں جائیں گی؟

اب یا تو انھیں ساری زندگی گھر میں بیٹھنا ہو گا جو فطرت کے خلاف اور ظلم ہے یا پھر کسی کے خاوند کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے ہوں گے جس سے اپنی دنیا و آخرت تو برباد ہو گی ہی ساتھ میں اس خاوند کی بیوی اور بچوں کی زندگی پر بھی اثرات مرتب ہوں گے۔

اس کا ایک ہی حل ہے کہ چار شادیوں کا رواج عام کیا جائے اور جو لوگ چار بیویوں میں انصاف کر سکتے ہیں وہ ضرور چار شادیاں کریں۔

عبد مصطفی

نئی لڑکی نیا لڑکا

تو ظاہر سی بات ہے (Second Hand) ایک نئی گاڑی ہے اور ایک پُرانی یعنی سیکنڈ ہینڈ کہ قیمت میں بہت فرق ہو گا اور دونوں آپس میں برابر نہیں ہیں ٹھیک اسی طرح آج کل انسانوں میں بھی نئے اور پرانے ہوتے ہیں اور انھیں ہمارا سماج برابر نہیں سمجھتا۔

جس لڑکے کی شادی ہو چکی ہے وہ پرانا ہو چکا ہے؛ اب اگر اس کی بیوی کا انتقال ہو جائے، طلاق ہو جائے یا وہ دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اسے نئی (کنواری) لڑکی نہیں ملے گی کیوں کہ وہ پرانا ہو چکا ہے۔

اسی طرح ایک لڑکی جس کو طلاق دے دی گئی ہے یا شوہر کی وفات ہو گئی ہے تو اب اس سے نیا (کنوارا) لڑکا نکاح نہیں کر سکتا کیوں کہ ہمارے سماج کے مطابق وہ لڑکی پرانی ہو چکی ہے۔ کہنے کو تو ہمارا سماج پڑھا لکھا ہے لیکن سوچ جاہلوں سے بدتر ہے۔

آپ کی بیٹی اگر پرانی ہو گئی ہے تو...... پہلے ہمیں معاف کیجیے گا کہ ہم ایسی زبان استعمال کر رہے ہیں لیکن کیا کریں ہمارا سماج بہت پڑھا لکھا ہے؛ تو آپ کی بیٹی کے لیے کسی ایسے لڑکے کو تلاش کرنا ہو گا جو پرانا ہو کیوں کہ اگر آپ نے کسی نئے لڑکے کو دعوت دی تو حقیقت پتہ چلنے پر وہ آپ کی دعوت اور پگڑی دونوں کو قدموں تلے روند دے گا۔

اگر آپ کو نیا لڑکا مل بھی گیا تو قیمت سن کر آپ کے ہوش اڑ جائیں گے اور پھر آپ کو کوئی پرانا لڑکا تلاش کرنا ہو گا جو آپ پر احسان کر دے۔

اگر یہ نئے پرانے والی گھٹیا سوچ ہم اپنے ذہنوں سے نکال پھینکے تو پھر ایک شادی شدہ لڑکے کو کنواری لڑکی دینے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور ایک کنوارے لڑکے کا نکاح کسی بیوہ سے کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہو گی۔اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ اس پڑھے لکھے سماج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا جو صحیح ہے اس کے ساتھ ؟

عبد مصطفی

ہم دو ہمارے دو

یہ نعرہ "ہم دو ہمارے دو" آپ نے بھی سنا ہو گا جس کا صاف صاف مطلب ہے کہ ایک شادی کرو اور دو بچے، بس بن گئی خوش حال فیملی۔۔۔،

؎ لوگ اس شہر کو خوش حال سمجھ لیتے ہیں
رات کے وقت بھی جو جاگ رہا ہوتا ہے

کتنی عجیب بات ہے کہ یہ بات صرف ہماری سمجھ میں ہی تشریف لائی ورنہ:
رسول کریم ﷺ نے گیارہ عورتوں سے نکاح فرمایا اور آپ کی چار باندیاں بھی تھیں۔
آپ ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد سات ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ حضرت حوا رضی اللہ تعالی عنہا بیس (20) مرتبہ ہوئیں اور ہر حمل سے دو بچوں کی پیدائش ہوتی تھی، اس طرح (Pregnant) حاملہ چالیس (40) بچے پیدا ہوئے اور آپ کی وفات کے وقت انسانوں کی تعداد (اولاد در اولاد) ایک لاکھ ہو گئی تھی۔ (تفسیر نعیمی، ج4، ص508)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین (3) بیویاں اور آٹھ (8) اولاد تھیں۔ (تفسیر قرطبی، ج2، ص135؛ تفسیر نعیمی، ج1، ص705)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (12) بیٹے ہوئے۔ (تفسیر نعیمی، ج1، ص705)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو (2) بیٹے مشہور ہیں۔ (مستدرک، ج2، ص607)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی تین (3) بیویاں اور 12 اولاد تھیں۔ (تاریخ طبری، ج1، ص231)

حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بیوی اور دو بیٹوں کا ذکر ملتا ہے۔ (معالم التنزیل، ج2، ص363)

حضرت لوط علیہ السلام کی ایک (1) بیوی اور دو (2) بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج12، ص242)

حضرت ہود علیہ السلام کے چار (4) بیٹے تھے۔ (تفسیر در منثور، ج3، ص305)

حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس (19) بیٹے تھے جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے ہیں۔ (تذکرۃ الانبیاء، عبد الرزاق بھترالوی، ص 300)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی 50 سے زیادہ بیویوں کا ذکر ملتا ہے۔ (ایضاً، ص 329)

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بہت زیادہ تھیں۔ (تاریخ ابن کثیر، ج 1، ص 308)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی چار (4) بیویاں اور چھے (6) اولاد تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی دس (10) بیویاں اور پندرہ (15) اولاد تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی آٹھ (8) بیویاں اور سولہ (16) اولاد تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی نو (9) بیویاں اور چھتیس (36) اولاد تھیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ کی نو (9) بیویاں اور بیس (20) اولاد تھیں۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کی پندرہ (15) بیویاں اور اٹھائیس (28) اولاد تھیں۔

امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی دس سے زائد بیویاں اور سترہ یا اٹھارہ (17/18) اولاد تھیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی پانچ (5) بیویاں اور چھے (6) اولاد تھیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی پندرہ (15) اولاد تھیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی چار(4)بیویاں اور چھے(6)اولاد تھیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی گیارہ(11)بیویاں اور چھتیس(36)اولاد تھیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ کی چھے(6)بیویاں اور سات(7)اولاد تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی متعدد بیویاں اور سولہ(16)اولاد تھیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالی عنہ کی نو(9)بیویاں اور اکتیس(31)اولاد تھیں۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سولہ(16)اولاد تھیں۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالی عنہ کی متعدد بیویاں اور دس(10)اولاد تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی اَسی(80)سے زیادہ اولاد تھیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کی چھے(6)بیویاں اور تین(3)اولاد تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی تین(3)بیویاں اور دس(10)اولاد تھیں۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تین(3)بیویاں اور چار(4)اولاد تھیں۔

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ تعالی عنہ کی بتیس(32)اولاد تھیں۔

حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالی عنہ کی چار(4)بیویاں اور چھے(6)اولاد تھیں۔

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کی پانچ(5)بیویاں تھیں۔

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار (4) سے زائد بیویاں اور سات (7) اولاد تھیں۔

حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو (2) بیویاں تھیں۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو (2) بیویاں تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دس (10) اولاد تھیں۔

حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو (2) بیویاں اور دو (2) اولاد تھیں۔

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچ (5) بیویاں اور چودہ (14) اولاد تھیں۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سات (7) اولاد تھیں۔

حضرت ابو عمر قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین (3) بیویاں، ایک (1) باندی اور چار (4) اولاد تھیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تین (3) بیویاں، ایک باندی اور سولہ (16) اولاد تھیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کی چار (4) بیویاں اور آٹھ (8) اولاد تھیں۔

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ کی دو (2) بیویاں اور دس (10) اولاد تھیں۔

ان کے علاوہ صحابہ کرام میں بیشتر نے متعدد نکاح فرمائے۔ یہ ہم دو ہمارے دو والی فکر پہلے نہ تھی ورنہ نہ جانے کتنے لوگ ابھی پیدا ہی نہیں ہوتے۔

جو لوگ اپنی بیوی اور بچوں کے رزق کے مالک ہیں، انھیں چاہیے کہ یہ نعرہ شوق سے لگائیں لیکن جن کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمانے والا ہے، انھیں ایسے نعروں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

عبد مصطفی

ایک ہی نکاح کیجیے

ہمارا پڑھا لکھا معاشرہ بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ صرف ایک شادی کرو تا کہ عورت کے حقوق (Rights)، دونوں سلامت رہیں۔ عورتوں کی تعداد (Future) اور بچوں کا مستقبل زیادہ ہے تو کیا ہوا، سب کا ہم نے ٹھیکہ تھوڑی لے رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟ یہی نا کہ اُن کی زندگی اکیلے (Single) کٹ جائے گی۔

ہماری پیاری سوسائٹی کا کہنا بالکل صحیح ہے۔ اس سے زیادہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ جس طرح قوم لوط کے مردوں نے عورتوں کی خواہش پوری کرنا چھوڑ دیا تو وہ دن دہاڑے زنا کرواتی پھرتی تھیں (۱)، اُسی طرح ہمارے سماج کے پڑھے لکھے لوگ کریں گے۔

(۱- تفسیر نعیمی، ج12، ص233)

اس سے زیادہ کیا ہو گا اور ہمیں اس سے کیا مطلب ؟ ہم تو پڑھے لکھے ہیں نا باقی سب بھاڑ میں جائیں۔ اُن عورتوں کا زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ کوٹھے پر جائیں گی لیکن ہمیں تو سماج کے بیچ رہنا ہے۔

بالکل صحیح کہتا ہے ہمارا معاشرہ، اس سے ہمیں اتفاق کرنا چاہیے۔

ایک سے زیادہ نکاح کرنے والے شہوت پرست اور عیاش ہوتے ہیں لہذا ہم ایسا کام ہر گز نہیں کریں گے، ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔

اب آپ کو بھی چاہیے کہ صرف ایک نکاح کریں اور اپنی بیوی کا اچھے سے خیال رکھیں۔

کیا ضرورت ہے معاشرے کے خلاف جانے کی؟ ہماری سوسائٹی ہی تو ہمیں برائیوں سے بچاتی ہے لہذا اسی کے مطابق چلنا چاہیے۔

عبد مصطفی

سنو! میں دوسری شادی کرنے جارہا ہوں

اپنی پہلی بیوی سے اچانک جا کر یہ کہنا کہ "سنو! میں دوسری شادی کرنے جارہا ہوں" بالکل مصیبت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ یہ کہنے کے بعد کیا ہو گا؟ یہ تو پہلے بتانا مشکل ہے۔ آگ لگ سکتی ہے، پنچایت بھی بیٹھ سکتی ہے اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

ایک شخص نے ہمت جٹا کر پنچایت کے سامنے کہ ڈالا کہ "ہاں میں دوسری شادی کروں گا!" پھر ہونا کیا تھا، اب اکیلے زندگی کٹ رہی ہے۔ جو اکلوتی بیوی تھی وہ بھی چھوڑ کر چلی گئی۔ جب محلے والوں نے یہ منظر دیکھا تو جن کے بھی دل و دماغ میں کہیں دوسری شادی کا خیال پنپ رہا تھا، وہیں ختم ہو گیا۔

عورت کو لگتا ہے کہ دوسری بیوی آنے سے پیار میں کمی آجائے گی لیکن ایسا نہیں ہے، یہ کوئی پیار کے درمیان آنے والی چیز نہیں ہے بلکہ پیار کو بڑھانے والی چیز ہے۔ ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ کسی پر زیادہ بھار نہیں پڑتا۔ ایک بیوی ہے، اس کو کھانا پکانا ہے، کپڑے دھونے ہیں، برتن صاف کرنے ہیں، بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہے، اپنے مسائل ہیں پھر رات کو شوہر کی ضرورت پوری کرنی ہے، اتنا بوجھ پڑنے کی وجہ سے عورتیں وقت سے پہلے بوڑھی ہو جاتی ہیں اور پھر شوہر کو بھی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چار شادیوں کا رواج عام کرنا ہے تو عورتوں کو تھوڑا سپورٹ کرنا ہو گا اور اس میں انھی کی بھلائی ہے۔ اگر شوہر کو روکنا ہے تو ان کاموں سے روکیں جن سے شریعت روکتی ہے اور جہاں شریعت نہیں روکتی وہاں روکنا نقصان دہ ثابت ہو گا۔ اس بارے میں عورتوں کو ضرور سوچنا چاہیے۔

عبد مصطفی

ہمارے دوسرے رسالے

اذان بلال اور سورج کا نکلنا

اللہ تعالیٰ کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟

گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!

عشق مجازی

شب معراج نعلین عرش پر

شب معراج حضور غوث پاک

غیر صحابہ میں رضی اللہ عنہ کا استعمال

بہار تحریر (کئی حصوں میں)

مقرر کیسا ہو؟

اختلاف اختلاف اختلاف

عبد مصطفی
AM ABDE MUSTAFA